

## کلمہ حق

### اکابر دیوبندی کی فکر اور معاصر تناظر میں اس سے استفادہ

دیوبندی مکتب فکر کا تذکرہ کیا جائے تو تین شخصیتوں کا نام سب سے پہلے سامنے آتا ہے اور تاریخ انہی تین بزرگوں کو دیوبندیت کا لفظ آغاز بتاتی ہے۔ امام الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی کو دیوبندیت کے سر پرست اعلیٰ کی حیثیت حاصل ہے، جبکہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، اور حضرت مولانا شیداحمد گنگوہیؒ سے دیوبندیت کے علمی، فکری اور مسلکی تشخص کی ابتدا ہوتی ہے اور یہ تین شخصیات دیوبندی مکتب فکر کی اساس اور بنیاد تھی جاتی ہیں۔

حضرت نانوتویؒ دیوبندیوں کے سب سے بڑے متكلم اور حضرت گنگوہیؒ فقیر اعظم تھے۔ جبکہ ان کے قائم کردہ علمی، فقیری، روحانی اور سیاسی ڈھانچے میں رنگ بھرنے کا کام شیخ البہنؒ، حضرت مولانا محمود حسنؒ، مولانا خلیل احمد سہارپورؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا سید حسین احمد مدینیؒ، مولانا عبد اللہ سندھیؒ، مولانا شیعراحمد عثمانیؒ، مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، اور مولانا سید محمد انور شاہ کشیرؒ جیسے اکابر نے سرانجام دیا ہے اور ان کی رنگارنگ کے حسین گلدتے کو دنیا ”دیوبندیت“ کے نام سے یاد کرتی ہے۔ مگر ہماری نئی نسل کا الیہ یہ ہے کہ ان سب بزرگوں کا نام عقیدت و احترام کے دائرہ میں تو سفرہست ہے، لیکن ان کے تعارف اور افکار و تعلیمات سے باخبر ہونے کی ضرورت محسوس نہیں کی جا رہی۔ بلکہ ہم اپنے ماحول میں خود اپنے قائم کردہ فکری خوالوں میں ان شخصیتوں کو بند کرنے کی کوششوں میں لگ رہتے ہیں جس سے نہ صرف یہ کہ دیوبندیت کا صحیح تعارف آج کی دنیا کے سامنے پیش نہیں ہوتا بلکہ، بہت سے معاملات میں ہم خود بھی کتفیوڑن کا شکار ہو جاتے ہیں۔

دیوبندیت آج کی علمی و فکری دنیا کا ایک اہم موضوع ہے۔ مغرب کی بہت سی یونیورسٹیوں میں دیوبندیت کے علمی و فکری خدو خال اور انسانی معاشرے پر اس کے اثرات کا جائزہ لیا جا رہا ہے اور ایم فل اور پی ایچ ڈی کے مقالات میں انہیں زیر بحث لا یا جا رہا ہے۔ مگر خود ہمارے ہاں اس محنت بلکہ سوچ تک کا خندان ہے اور اگر کہیں اس سلسلہ میں کوئی مجلس یا فورم ہوتا بھی ہے تو روایتی اور جذباتی طرز پر عقیدت و محبت کے اظہار کے سوا کچھ نہیں ہوتا اور ہم اپنے بزرگوں کے فناک اور مناقب بیان کر کے خوش ہوتے رہتے ہیں کہ ہمیں اپنے بزرگوں کے نام یاد ہیں اور ان سے محبت و عقیدت کا اظہار ہمارے معمولات میں شامل ہے۔ خاص طور پر دینی مدارس کے اساتذہ کی بڑی تعداد اور طلبہ کی غالباً اکثریت میں اس بات کا شعور اور احساس موجود نہیں ہے کہ جن بزرگوں کو ہم اپنے تعارف کا ذریعہ بناتے ہیں

اور جن کے نام پر عزت حاصل کرتے ہیں، ان کی علمی و فکری جدوجہد کا دائرہ کیا تھا، طریق کار کیا تھا، معاشرے پر اس کے اثرات کیا ہیں، اور آج کے معروضی حالات میں ان سے استفادہ کی صحیح صورتیں کیا ہیں؟

اس پس منظر میں پچھے عرصہ قبل شیخ الہند کیڈی کے نام سے کچھ نوجوانوں نے اس خلاکوپ کرنے کی ضرورت کا احساس کیا اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی کے حوالہ سے ملک بھر میں سیمینارز اور مقالات کا اہتمام کیا تو ہمیں خوش ہوئی اور بعض مجالس میں شرکت کے علاوہ ہم نے اپنے مضامین اور کالموں میں اس پر اطمینان کا اظہار کیا۔ پھر دیوبند اور دہلی میں حضرت شیخ الہند کے موضوع پر بین الاقوامی اجتماعات میں حاضری کا موقع ملا تو اس خوشی اور اطمینان کا لطف دو بالا ہو گیا۔ گذشتہ دنوں ہمارے فاضل دوست حافظ نصیر احمد احرار اور ان کے رفقاء نے اس سلسلہ کو آگے بڑھاتے ہوئے شیخ الہند کیڈی کی طرف سے قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی پر ایک سیمینار کا اہتمام کیا جو ۱۹۴۷ء کو ایوان اقبال لاہور میں منعقد ہوا اور اس میں دیوبندی مکتب فکر کے اکابر زعماء نے شرکت اور خطاب کیا۔

پہلے عرض کیا جا پکا ہے کہ حضرت مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر کی ہمارے روحاںی پیشوائیں جبکہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی فکری قائد اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی فقہی امام کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لیے آج کی دنیا میں فقہی حوالوں سے جو چیلنج درپیش ہیں اور جن مشکلات و مسائل کا سامنا ہے ان سے عہدہ برآ ہونے کے لیے حضرت گنگوہی کی فقہی کاؤشوں کے ساتھ ساتھ ان کے اجتہادی منجع اور طریق کار سے استفادہ بھی انتہائی ضروری ہے۔ امید ہے کہ اس طرح کے علمی و فکری سیمینار اس اہم ضرورت کو پورا کرنے میں مثبت پیش رفت کا ذریعہ ثابت ہوں گے۔